Year 2024; Vol 03 (Issue 01)
PP. 56-65 https://journals.gscwu.edu.pk/

زاہد حسین

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر سمیرا اکبر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Zahid Hussain

PhD Scholar, Department of Urdu, Government College University, Faisalabad

Dr. Sumaira Akbar

Assistant Professor, Department of Urdu, Government College University, Faisalabad

نومارکسیت اور معاصر تنقیدی رجحانات کا تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of Neo-Marxism and Contemporary Critical Trends

Abstract:

This article analyzes the relation between Neo-Marxism and and contemporary critic theories. Neo- Marxism is basically a theory that extends vision of the Marxist theory. Neo- Marxism relates Marxism with structuralism ,Culturalism , Post colonialism , and other Post modren theories. Neo-Marxism is a combined study of scientific and philosophical basics of Marxism. Lucien Goldman, Louis Althuesser, Fredric Jamison, and many other Neo-Marxists explain Marxism on the basis of said critic theories and make Neo-Marxism a strong critic tool to explain literature. This article tends to present clear picture of comparative study of Neo-Marxism and other present theories of criticism.

Keywords: Neo-Marxism , Marxism, structuralism, Post structuralism, Formalism, feminism, Neo feminism.

نومارکسیت کا تصوّر فلسفہ، ادب، تاریخ، سماج، فرد، تہذیبی نظریات، ثقافتی ادغام، نو آبادیات، مابعد نو آبادیات وغیرہ جیسے سماجی فلسفوں کو اپنے ساتھ شامل کرتا ہے۔ یہ مارکسزم کے گرد ایک بڑا دائرہ ہے جو مارکسزم کو بھی اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے۔ اس لیے اس میں مذکورہ تمام فلسفوں کے ساتھ ساتھ ساختیات، پس ساختیات، تانیثیت جیسے فلسفے بھی ایک طرح کی ٹینجنٹ لائن بنا کر اسے مَس کرتے ہوئے ضرور گزرتے ہیں۔ ادبی ہیئت پسندی، فرینکفرٹ سکول آف تھاٹ، نئی تنقیدی تھیوری جیسے افکار و فلسفہ کی آمد سے نومارکسی سوچ کو بھی تقویت ملی اور ایک بھرپور فلسفے کے طور پر مارکسیت سے الگ ایک دائرہ قائم کرنے اور اپنی پہچان بنانے میں بھی کامیاب ہوئی۔ کارل مارکس اپنے جدلیاتی مادیت کے فلسفے کو سائنس کہتا ہے اور جس طرح سائنسی تقاضے اور مفروضہ جات بدلتے ہیں، اسی طرح سماج میں بھی تبدیلی آئی، اور یہی تبدیلیاں ہی مارکس کے نظریات کو نئے فیز نو مارکسیت میں داخل کرتی ہیں۔

> "مارکس اپنے سوشل ازم کے فلسفے کو سائنس کہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سائنس نئے تقاضوں کے تحت بدلتی رہتی ہے۔ سوشل ازم کو بھی اس طرح سے خود کو نئے حالات کی روشنی میں ڈھالنا ہو گا۔"(1)

مارکسزم اور نومارکسزم کی تعریف اور امتیازات کو سمجھنے کے لیے ہمیں دیگر ادبی تصورات، ساختیات، پس ساختیات، مابعد نو آبادیات، ہیئت پسندی اور تنقیدی تھیوری کا مختصر جائزہ بھی لینا ہو گا۔

ساختیات کا نقطہ آغاز فریڈی ننڈ سوسیئر کے ان نظریات کو سمجھا جاتا ہے جو اس کی کتاب "A Course in Linguistic Study" میں موجود ہیں۔ یہ کتاب سوسیئر کی وفات کے تین سال بعد 1916ء میں منظرِ عام پر آئی اور یہ دراصل وہ نوٹس تھے جو سوسیئر کے شاگردوں نے دورانِ کلاس قلم بند کر لیے تھے۔ ساختیات الفاظ اور اِن کے معانی کو سمجھنے کا ذریعہ ہے۔ اس کا تعلق براہِ راست ثقافت سے جا کر جڑتا ہے۔ ساختیات میں الفاظ دراصل نشانات ہیں، ثقافتی عمل کی پیداوار ہیں۔ اور یہ بھی دراصل ثقافت ہی طے کر رہی ہوتی ہے کہ ان نشانات کے معنی کیا ہوں گے۔

اس سے یہ طے ہوا کہ کسی بھی ادبی فن پارے میں معنی پیدا ہونا اس کی ثقافت کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ معاشرتی مطالعے کے بغیر زبان کا مطالعہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نومارکسیت بھی معنی کو ثقافت سے جوڑتی ہے۔ جس طرح ساختیات کسی فن پارے کی تعبیر و تشریح کے لیے ثقافت کو ضروری خیال کرتی ہے اسی طرح نومارکسی بھی فن پارے کی تعبیر کے لیے ثقافت کو ضروری خیال کرتی ہے۔ اس طرح دراصل یہ دونوں فرد سے جُدا نہیں ہیں بلکہ جُڑے ہوئے ہیں۔ ساختیاتی

مارکسزم یہ کہتا ہے کہ انسانی تاریخ مختلف مظاہر سے وجود میں آئی نہ کہ صرف معاشی نظریے سے اور یہی وہ عمل ہے جو مارکسزم کو نومارکسزم سے جُدا کرتا ہے اور نومارکسیت اور ساختیات میں باہمی ربط پیدا کرتا ہے۔ نومارکسیت اور ساختیات کے باہمی مماثلات و امتیازات کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالعزیز ملک رقم طراز ہیں:

> ''نومارکسیت کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو اس کے ساختیات کے ساتھ کئی مماثلتیں سامنے آئی ہیں۔ مثلاً مارکسیت ساختیات کی طرح کلیت پسند ہے۔ جُز کے بجائے کُل کو موضوع بحث بناتی ہے۔ مارکسیت اجتماعیت کی دعوے دار ہے۔ فرد یا موضوع کو خاطر میں نہیں لاتی۔ ساختیات بھی فرد یا موضوع کے ساتھ یہی برتاؤ رکھتی ہے اور انسانی سماج کی پیداوار خیال کرتی ہے۔ مارکسیت کے نزدیک انسانی شعور مادی اور معاشرتی حالات سے صورت پذیر ہوتا ہے۔''(2)

لوسین گولڈمین مارکسیت مطالعہ ساختیات کی مدد سے کرتا ہے۔ گولڈمین اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے ''جینز'' کی بات کرتا ہے۔ ''جینز'' وہ اکائی ہیں جو کسی جاندار کی ساختیاتی مشابہت کو جانچتی ہیں اور ان کا ہونا طے کرتا ہے کہ جاندار کیسا ہو گا۔ جینز وہ تفاعلی اکائی ہے جو مختلف جانداروں میں مماثلت و امتیازات پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ انسانوں میں ایک جیسے کروموسومز اور جینز کی تعداد انہیں انسان بناتی ہے اور ساختی اعتبار سے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ گولڈمین ساخت اور جین دونوں کو بنیادی اکائی تصور کرتا ہے۔ جس طرح جینیاتی مماثلتیں جانداروں کی شکلوں اور خصوصیات میں مماثلت پیدا کرتی ہیں اور انہیں سمجھنے میں آسانی پیدا کرتی ہیں اسی طرح ساختیں بھی نظریات ادب اور سماجی تشکیلات میں مماثلت و امتیازات بھی پیدا کرتے ہیں اور انہیں سمجھنے میں بھی مدد فراہم کرتے ہیں۔ گولڈمین کا ماننا ہے کہ تاریخی تبدیلیوں کے بڑے اذہان ان تبدیلیوں کو معاشرے کے سامنے رکھتے ہیں۔ معاشرے میں فرد کی حیثیت فانی ہے۔ لیکن معاشرہ لافانی ہے۔ اسی لیے شعور بین الاذہان ہے۔ اس طرح بین الاذہان نظریات کا رد و قبول فرد کو فاعل اور مفعول دونوں کی شکل دیتا ہے۔ گولڈمین کہتا ہے:

> ''اگرچہ ہیگل، مارکس اور دوسرے ماہرینِ جدلیات کے مطابق ''موضوع اور فکر'' فرد کی حد سے ماورا ہوتا ہے۔ مگر موضوع میں انسانی حقائق اور متعلق فرد کے متعلق بھی سوچ و بچار کیا جاتا ہے کیونکہ اجتماع کے مجموعی مطالعہ میں فاعل بھی ہوتا ہے اور مفعول بھی۔ کارل مارکس کے مطابق ''سرمایۂ عالم'' میں سرمایہ دار طبقہ کے متعلق مزدور طبقے کا تجزیہ کرتا ہے۔ یہاں میں نے ایک اصلاح کی تجویز پیش کی ہے۔ ہیگل سے لے کر نوجوان نوکاس تک زیادہ تر جدلیاتی مفکرین نے فاعل اور مفعول کی پہچان کے متعلق بات کی ہے۔ مگر انہوں نے فاعل اور مفعول کے درمیان فرق

> وامتیاز کے حوالہ سے ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے خیال پیش کیا کہ فاعل اور مفعول میں سے ایک کے متعلق جزوی پہچان کی بات کی جائے۔ اس طرح فاعل یا مفعول دونوں میں مختلف ساختوں کا تجزیہ کیا جا سکے۔"(3)

لوئی آلتھیوسے کو ساختیاتی مارکسی نقادوں کے اوّلین نقادوں میں سے جانا جاتا ہے۔ آلھیوسے، مارکس کے انفراسٹریکچر سے انکار کرتا ہے اور کسی بھی ایسی اکائی سے انحراف کرتا دکھائی دیتا ہے جس پر سماجی ساخت کی بنیاد ہو۔ آلتھیوسے بنیادی طور پر کسی بھی بنیاد یا مرکز کا قائل نہیں ہے۔ فن ایک الگ سے شعبہ ہے جو اپنی انفرادیت رکھتا ہے۔ اس کا اپنا براہِ راست تعلق سماج سے جڑا ہوا ہے۔ مارکس معاشرے ک سپر اسٹر کچر کو بورژوا طبقے کے آئیڈیالوجی کا آلہ کار کہتا ہے اور فن کو بھی اس میں شامل کرتا ہے جبکہ آلتھیوسے آئیڈیالوجی اور حسن میں فاصلے کو برقرار رکھتا ہے۔ اسی طرح ہو سپر اسٹر کچر کے دیگر اکائیوں کو بھی آزاد اور خود مختار تصور کرتا ہے۔

آلتھیوسے کے مطابق جس طرح ساختیات میں دال اور مدلول ہے، نشانات ہیں، علامتیں ہیں، ادب بھی اسی طور سفر کرتا ہے۔ ایک تخلیق کار کا فن پارہ اپنے ساتھ نشانات اور علامتیں لاتا ہے۔ یہ علامتیں کسی بھی عہد میں ایک دم سے نہیں کھلتیں بلکہ انہیں وقت کے ساتھ دریافت کرنا پڑتا ہے۔ ان علامتوں کا تعلق البتہ زندگی کے تمام شعبوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اس میں سیاسیات، سماج، معاش، اور زندگی کے دیگر مسائل بھی شامل ہیں۔ لیکن کلاسیکی مارکسس کی طرح صرف یہ نہ کہا جائے کہ یہ علامتیں صرف معاشیات سے تعلق رکھتی ہوں۔ آلتھیوسے کہتا ہے:

> "1. There is no practice except by and in an ideology.
> 2. There is no ideology except by the subject and for subjects."(4)

اور یہ دونوں چیزیں بیک وقت ہو رہی ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ مارکسی ساختیاتی تناظر میں نومارکسی مفکر پئیر مارشرے، ٹیری ایگلٹن، فریڈرک جیمی سن وغیرہ کے نام بھی اہم ہیں۔ یہ نومارکسی مفکر مارکس کے افکار کے تانے بانے ساختیات سے جوڑتے ہوئے اُن نظریات کو نئی بصیرت مہیا کرتے ہیں۔

نومارکسیت ہر روسی ہیئت پسندی بھی اثر انداز ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ نومارکسیت کی فکر روسی ہیئت پسندی کے ضد میں اُبھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے لیے روسی ہیئت پسندی کو سمجھنا ضروری ہے۔ روسی ہیئت پسند بیسویں صدی کی ایک نمایاں تحریک ہے۔ اس کے منظرِ عام پر لانے میں وکٹر ارلخ کی کتاب "Russian Formalism: History Doctorine"، لیمن کی "Russian Formalist criticism: Four Essay" اور لاسلاومٹیکا کی "Reading in

"Russian Poetics: formalist and Structural View" نے اہم کردار ادا کیا۔ اس کا آغاز 1910ء سے ہوا۔ دی ماسکو لینگوسٹک سرکل The Moscow Liguistic Circle سے ہوا۔ ان کا ماننا تھا کہ متن کی بجائے ہیئت پر زور دیا جائے۔ ناقدین کو متن کی بجائے ہیئت کو دیکھنا چاہیے کیونکہ ہیئت اپنے اندر متن کی تخلیقی پہلو اور دیگر عوامل کو اپنے اندر موجود رکھتی ہے۔ اس طرح ہیئت کے علاوہ دیگر تمام عوامل ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ روسی ہیئت پسندوں کے نزدیک ادب محض نقالی یا اظہارِ ذات پر مبنی کوئی شے نہیں بلکہ ایک آزادانہ وجود کی حامل چیز ہے۔ جب یہ آزاد ہے تو اس کو دیکھا بھی اسی طرح جانا چاہیے۔ "کیا ہے؟" کی جگہ "کیسا ہے؟" ان کی نظر مین اوّلیت کا حامل ہے۔ ادب کا یہ بیانیہ ایک ادیب کو کاریگر اور کارکن کی حیثیت دیتا ہے۔

نومارکسی حوالے سے دیکھا جائے تو ان میں ہیئت پسندی اور نومارکسیت میں اختلافات اور مماثلات دونوں پائے جاتے ہیں۔ روسی ہیئت پسند اور نومارکسی دونوں ہی ادب پارے میں ادبیت کے خواہاں ہیں۔ جہاں نومارکسی ادب کو بطور سپر اسٹرکچر میں ایک علاحدہ اکائی مانتے ہیں وہیں روسی ہیئت پسند بھی ادب میں محض ادبیت کو تلاشتے ہیں۔ انہوں نے زبان پر خاص توجہ دی۔ اس طرح ادب اور غیر ادب کے درمیان ایک واضح لکیر کھینچی۔ اجنبیانے کا عمل بھی نومارکسیت اور ہیئت پسندوں دونوں میں ملتا ہے۔ روسی ہیئت پسندوں نے ہی اوّل اوّل یہ تصور پیش کیا اجنبیانے کا عمل ہی قاری کو ادب میں انبساط و حسرت کی طرف مائل کرتا ہے۔ محمد رؤف لکھتے ہیں:

> "دراصل اس بحث کے تناظر میں ہمیں شاعری کی ماہیئت منصب پر نظر رکھنی چاہیے۔ کیوں کہ اس متنازع کے اکھوے سے تصورات کی رنگارنگ ڈالیاں نکلتی اور برگ وبار لاتی ہیں۔ مثلاً مارکسیوں کے نزدیک منصب ادب یہ ہے کہ یہ بورژوا اور پرولتاری کشمکش کو عیاں کرے۔ نفسیاتی دبستان فکر کے مطابق شعر و شاعری جذباتی ناآسودگی کو آسودگی میں بدلتی ہے۔ جب کہ جمالیاتی مکتبِ فکر کے لوگ اسے حسن کے ادراک اور تنظیم کے احساس کا ایک ذریعہ گردانتے ہیں۔ روسی ہیئت پسند ادب پارے سے ادبیت کے متلاشی تھے۔"(5)

ظاہر ہے نومارکسی طرزِ فکر، کلاسیکی مارکسی فکر سے اس معاملے پر مکمل اختلاف کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح روسی ہیئتی پسند جیکب سن مادی محرک کے تصور کے ذریعے فن کی تقلیب کا تصور دیتا ہے۔ وہ زبان کے دو اہم حصوں کو حوالہ جاتی "Referencial" اور اظہاری Expressive کہتا ہے۔ ادب بھی اسی طرح اظہاری اور جمالیاتی ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالعزیز ملک اس تصور کو یوں بیان کرتے ہیں:

"ایک چیز کے متعدد تفاعل ہو سکتے ہیں اور ان میں ایک جہت جمالیاتی تفاعل پر مبنی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک اینٹ مکان بنانے کے کام بھی آسکتی ہے اور کسی کا سر پھوڑنے کے لیے بھی استعمال ہو سکتی ہے۔ چاقو یا چھری سے پھل بھی کاٹا جا سکتا ہے اور کسی کا گلا بھی۔ اسی طرح فیشن پیچیدہ علامتی نشانات کا حامل ہوتا ہے اور اس کے سیاسی، ثقافتی اور جمالیاتی تفاعل بیک وقت عمل آرا ہو سکتے ہیں۔"(6)

نومارکسی نقاد بھی فن اور سماجی تغیر کے باہمی رشتے کو تلاشتا ہے۔ نومارکسی نقاد جہاں ادب کی الگ "اکائی" کا قائل ہے وہیں وہ اُسے سماجی عمل کا بھی ذمہ دار قرار دیتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں فن کی صورت سپر اسٹرکچر ہے۔ آرتھوڈاکس مارکسٹ ادب مین صرف مطلق العنان حقیقت تلاش کرتا ہے جبکہ نومارکسی مفکر ادب میں سماج کا حقیقت سے رشتہ اور جمالیات دونوں کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے اور ڈونور پیئر ماشرے اور بنجمن وغیرہ کا تعلق اسی نومارکسی طبقہ فکر سے ہے۔

نومارکسیت کا تعلق آبادیات اور نو آبادیات سے بھی ہے۔ آبادیات اور نو آبادیات بھی سماجی و ثقافتی مطالعات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس طرح ان کے درمیان ایک دوسرے کو سمجھنے کے حوالے سے ایک بین المتونی تعلق بن جاتا ہے۔ ایڈورڈ سعید کی 1978ء میں لکھی گئی کتاب "Orientalism" نو آبادیاتی مطالعے اور سماجی رابطے کے حوالے سے ایک انتہائی اہم کتاب ہے اور یہ سماجی مطالعے نئے زاویے فراہم کرتی ہے۔

نو آبادیات کو تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کی تاریخ بہت ہی پرانی نظر آتی ہے۔ ہر عہد میں کسی خطے میں بسنے والوں پر اپنی حکومت اور طاقت جمانے کے لیے بھی کبھی مذہب کو آلہ کار بنایا تو کبھی اپنے تئیں ترقی یافتہ خیال کرنے کو۔ حکمران طاقتوں نے ہمیشہ رعایا کی خدمت اور اُن کو مذہبی، یافتہ بنانے کی آڑ میں اپنی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ نو آبادیاتی حکومتیں جہاں جہاں قائم ہوئیں ادبی، ثقافتی اور علمی سرپرستی کی آڑ میں اپنی غرض وغایت اور استحکام کے لیے کام کیا۔ ترقی کے نام پر لوگوں کے اذہان کو اس طرح متاثر کیا گیا کہ انہیں یہ سب کچھ حقیقت لگنے لگے۔ اس طرح سے ان کی علمی ادبی، ثقافتی بالادستی قائم ہوئی۔ ڈاکٹر سبحان اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

"نو آبادیات بیرونی طاقتوں کا اپنے تصرف سے باہر کی زمینوں پر جا کر وہاں اپنی کالونیاں بنانا اور ان کا استحصال کرنا ہے۔ اس کا براہِ راست تعلق اگرچہ عسکری، سیاسی، اقتصادی، لسانی، مذہبی اور ثقافتی بالادستی ہے۔ انہی اغراض و مقاصد کے تحت ایک مکمل نظام تشکیل دیا جاتا ہے۔ ان سب میں بنیادی حیثیت اقتصاد کو حاصل ہے۔"(7)

نو آبادیاتی تنقیدی کے اہم ناموں میں ایڈورڈ سعید، گائنزی اسپارک اور ہومی کے بھابھا وغیرہ کے نام اہم ہیں۔ ایڈورڈ سعید نو آبادیاتی تنقید کا سب سے بڑا علم بردار ہے۔ اس کے مطابق نو آبادیات طاقت کی پیداوار ہے۔ نو آباد کا مختلف بیانیوں کا سہارا لے کر اپنی تکبریت وہاں کے مقامی لوگوں پر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مصر، ہندوستان اور اسی طرح کے دیگر علاقے جہاں پر مغرب نے قبضہ کیا اپنی بالادستی کو ثابت کرنے میں ہمہ قسم کے ہتھ کنڈے استعمال کیے۔ اس کا ماننا ہے کہ اس کے لیے نو آباد کا صرف ادب کا سہارا نہیں لیتے بلکہ اقتدار کے سبھی مراکز جن میں پولیس اور عدالتی نظام شامل ہے۔ اس پر بھی اپنا تصرف اس طرح پیدا کرتے ہیں کہ عوام کی فکر اُن کے قبضے میں رہے۔ اس طرح مختلف قسم کے نفسیاتی حربے استعمال کر کے وہ اپنا تصرف قائم کرتے ہیں۔ ایڈورڈ سعید کا کہنا ہے:

> "Authority is formed, irradiated disseminated, it is instrumental it is persuasive, it has status, It establishes cannons of taste and value, It is virtually indistinguishable form certain idea. It dignifies as true and from traditions, perception and judgements it forms, transmits, reproduces."(8)

اس میں ایک چیز واضح ہے کہ نو آبادیات کا ایڈورڈ سعید کا بیانیہ یہی ہے کہ بنیادی طور پر نو آبادیاتی تصرف وسائل کے قبضے اور وہاں کے لوگوں کی افرادی محنت کو اپنے تابع لا کر اس محنت سے بذاتِ خود فائدہ اُٹھایا جائے۔ اس طرح بنیادی محرک یہاں پر بھی معیشت ہی دکھائی دیتی ہے۔ اس میں تسلط کو قائم رکھنے کے لیے مارکس کے سپر اسٹرکچر کے دیگر ادارے سیاست، فوج اور ادب وغیرہ یہاں براہِ راست اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں اور براہِ راست پیداواری صورتوں پر اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ ایڈورڈ سعید لکھتے ہیں:

> "نو آبادیات ایک ایسا نظام ہے جس میں ایک طاقت ور ملک کمزور سیاسی، معاشی اور ثقافتی تسلط قائم کرتا ہے۔ اپنے اقتدار کو وسعت دے کر دوسرے علاقوں پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ مقامی آبادی کی افرادی قوت اور وسائل پر دسترس حاصل ہو۔"(9)

نو مارکسیت بھی کیونکہ یہ کہتی ہے کہ سپر اسٹرکچر کی نوعیت الگ الگ آزاد بھی ہے اور کہیں نہ کہیں یہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے بھی ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ انفراسٹرکچر براہِ راست اس پر اثر انداز ہو۔ نو آبادیات کا ایڈورڈ سعید کا تصور بھی اسی "لامرکزیت" اور تکثیریت پر مبنی ہے۔ اس طرح ان میں ایک خاص پیٹرن میں مماثلت پائی جاتی ہے۔

ہومی بھابھ نو آبادیات کی تفہیم و تشریح کے لیے ساختیاتی طریقہ ہائے کار کو بروئے کار لاتے ہیں۔ وہ تیسری دنیا کے

مالک کے ادب، سماج اور ان پر نو آبادیات کے اثرات مثل فوکو، یاک دریدا اور سگمڈ فرائڈ کی تحلیلِ نفسی کو تجزیاتی طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اپنی تصنیف "Nation & Narration" جو کہ 1990ء میں منظرِ عام پر آئی وہ سماج، ادب، نو آبادیات کے تیسری دنیا پر اثرات کو تفصیل سے زیرِ بحث لاتے ہیں۔ بھابھ کے مطابق رنگ، نسل اور جنس کو بھی معاشی ہتھکنڈوں اور طاقت کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہومی کے بھابھ ہائیبرڈ Hybrid ثقافتی تشکیلات کی وضاحت کرتا ہے کہ یہ کس طرح وجود میں آئی۔ وہ پس ساختیات کا استعمال کرتے ہوئے نو آبادیاتی مسائل کی تفہیم کرتا ہے۔ اس کے مطابق:

> "It is significant that the productive capacities of this third space have a colonial or post colonial provenance for a willingness to descend into that alien territory… May open the way to conceptualizing an international culture, based, not on the exoticism of multiculturalism of the diversity of a cultures, but on the inscription and articulation of cultures's hybridity."(10)

ہائبرڈ کلچر کا یہ تصور نومارکسیت کے اس عالم گیر تصور سے ملتا ہے۔ جس میں دنیا میں اب طبقاتی نظام کی صورت حال بدل چکی ہے۔ سرمایہ داری کا نظام نئے روپ کے ساتھ انسانیت کے سامنے ہے۔ نو آبادیات کے پرانے طریقے جس میں زمینی قبضہ ہوتا تھا۔ اب ختم ہو چکا ہے۔ گلوبل ولیج بننے سے اب کاروباری دنیا ایک دوسرے کے ساتھ آچکی ہے اور تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک کا اپنا آزادانہ وجود برقرار رکھنا ناممکن ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے اس کا اثر سماجی صورتوں اور ادب کی مختلف جہتوں پر بھی پڑا ہے۔ اب استعماریت کے انداز بدل چکے ہیں اور یہی چیز نومارکسی نقادوں جیمسن ہیئرماشرے اور گولڈ مین کے ہاں بھی دکھائی دیتی ہے۔ نو آبادیات کی اہم نقاد گائتری اسپاوک ہے۔ یہ بھی دریدا سے متاثر ہیں۔ انہوں نے دریدا کی کتاب "Grammatology" کا ترجمہ کیا اور انہیں سے شہرت ملی۔ انہی نے مارکسٹ فیمنزم پر زیادہ کام کیا۔

عورت کے تصور محض کے علاوہ انہوں نے محکوم ممالک جن پر نو آبادیات کا تصور تھا وہاں کے عام باشندوں کے استحصال کے ساتھ ساتھ وہاں کی عورتوں کی صورت حال کی حقیقی تصویر پیش کی۔ ان کا ایک مشہور مقالہ "Can the Subltern Speek" نومارکسیت اور نو آبادیات کے درمیان ایک پُل کا کام کرتا ہے۔ Subultern کا لفظ نومارکسی نقاد گرامیسی Gramsci گائتری سے بہت پہلے نومارکسی نظریات کے لیے استعمال کر چکا ہے۔ گائتری Subaltern کے لفظ کو 'معمولی' کے لیے استعمال کرتی ہیں جبکہ گرامسی اس کا استعمال کسانوں، مزدوروں اور اس طرح کے دوسرے طبقے کے لیے کرتا رہا ہے۔ اس کے نزدیک ایسا طبقہ جو حکمرانوں سے کسی بھی درجے پر کوئی تعلق نہیں رکھتا وہ دراصل Subaltern Class کہلائے۔ گائتری خاص طور

پر عورت کا تصور نو آبادیات میں زیر بحث لاتی ہیں۔ نو آبادیات میں جہاں عام باشندے پہلے ہی Subaltern کلاس کی صورت میں ہوتی ہے وہاں عورت کی صورت حال تو مزید المناک حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ عورت کا استحصال نہ صرف نو آبادیاتی طاقت ور کارندے کر رہے ہوتے ہیں بلکہ وہاں کا محکوم طبقہ بھی عورت کو اپنا محکوم سمجھ کر اپنی Frustration دور کرتا ہے۔

گائتری مارکس کو دریدا کی مدد سے توضیح میں لاتی ہیں۔ ان کے نزدیک مارکس طبقاتی نظام میں صرف دو نظاموں کی بات کر کے دیگر محکوم طبقوں کے لیے کو سیاسی حیثیت پیش کرنے میں ناکام ہے۔ حالاں کہ طبقات کے معاملے میں لچک ہونا ضروری ہے اور دیگر طبقات کا تصور آج کے عالمی منظر نامے کے لیے ضروری ہے۔ مغرب اور مشرق کے دونوں کے ادب کو دیکھا جائے تو گائتری کی بات بالکل درست نظر آتی ہے۔ مغرب میں ایک عرصے تک سیاہ فام عورت نہ ادب کا حصہ رہی اور نہ ہی اس کے ادب کو نصابوں میں شامل کیا گیا۔ اسی طرح مشرق میں اگر قدیم عہد سے دیکھا جائے تو عورت اپنے نام کو چھپا کر شاعری یا ادب کا حصہ بنتی رہی ہے۔ نو آبادیاتی عہد میں بھی ہندوستانی ادب میں مرد غالب نظر آتے ہیں اور عورتوں کی طرف خاطر خواہ ادب کا سامنے نہ آئے اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ نو آبادیاتی عہد عورت کا استحصال عام باشندوں سے بھی بڑھ کر کرتا ہے۔ اسی طرح نو آبادیات اور نومارکسزم کی جڑیں کہیں نہ کہیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ دراصل نو مارکسزم نے نو آبادیاتی تنقید کے تصور کو وسعت بخشی۔ تاریخ، ثقافت اور نو آبادیات کے موجودہ عصری طریقہ ہائے کار کے درمیان تعلق کی وضاحت کے لیے نومارکسزم اور نو آبادیات کے تصور کی ایک ساتھ وضاحت ضروری ہے۔ اس سے تیسری دنیا کا سماجی اور ثقافتی منظر نامہ واضح دکھائی دیتا ہے۔ نومارکسیت بھی عالم گیر تصور کو اپنے دائرے میں گھیرتی ہے۔

حوالہ جات

1۔ مبارک علی، ڈاکٹر، "تاریخ کے فیصلے"، (لاہور: تاریخ پبلی کیشنز، 2019ء)، ص126

2۔ عبدالعزیز، ملک، "معاصر تنقیدی رجحانات"، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2022ء)، ص144

3۔ خالد محمود خان، مرتبہ، "تنقیدی نظریات مطالعات"، مشمولہ: جنسیاتی ساختیات اور اسلوبی تجزیہ، (لوسین گولڈ مین، ای بکس، 2023ء)، ص68

4- Louis Althusser, Ideology and Ideological state Apparatures, P:84

5۔ محمد رؤف، "روسی ہیئت پسندی، نظریات، بنیادیں اور جہات"، (اسلام آباد: شعبہ اُردو علوم الحمد اسلامک یونیورسٹی، شمارہ 4- جولائی تا دسمبر 2015ء)، ص44

6۔ عبدالعزیز ملک، ڈاکٹر، م "عاصر تنقیدی رجحانات"، ص24

7۔ سبحان، ڈاکٹر، "مغربی استعمار اور مولانا ظفر علی خان کی شاعری"، (لاہور: فکشن ہاؤس، 2021ء)، ص20

8- Orientalism, P:19-20

9۔ ایڈورڈ سعید، "ثقافت اور سماج، ترجمہ یاسر جواد"، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 2010ء)، ص20

10- Homi K. Bhabha, Location of the culture, London Routedge, 1994, P:3